

نقطہ نظر:

امام رضی الدین حسن الصغانی - بدایونی یا لاہوری؟

زاہد منیر عامر ☆

چھٹی صدی ہجری کے نام ور محدث اور امام لغت رضی الدین حسن الصغانی (۵۵۷ھ / ۸۲ - ۱۱۸۱ھ - ۶۵۰ھ / ۱۲۵۲ء) کی دلچسپ اور فصیح افروز زندگی کے احوال و کوائف اور ان کی علمی خدمات عام طور پر نگاہوں سے اوجھل ہیں، جملہ احوال و کوائف سے قطع نظر بعض اصحاب قلم کی نگارشات نے ان کے مولد کے حوالے سے بھی صورت حال کو غیر واضح کر دیا ہے۔ مثلاً

(i) تذکرہ نگاروں نے لاہور کو صغانی کا مولد قرار دیا ہے۔

(ii) کچھ سوانح نگاروں کے خیال میں صغانی بدایوں میں پیدا ہوئے۔

(iii) مشارق الانوار کے مترجم مولوی خرم علی صاحب نے چغان کو صغانی کی جائے ولادت قرار دیا کسی بھی شخصیت کے سوانحی مطالعہ میں اس کی تاریخ ولادت اور مولد کے بارے میں درست معلومات کی جو اہمیت ہے وہ اصحاب تحقیق سے پوشیدہ نہیں، مولد کے بارے میں درست معلومات شخصیت کے مطالعہ کی بہت سی گرہیں کھولنے اور بہت سے رجحانات کی کنہ تک پہنچنے میں ہماری مدد کر سکتی ہیں۔ چنانچہ ہم زیر نظر مقالہ میں صغانی کی جائے ولادت کے حوالے سے حقیقت دریافت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

امام رضی الدین حسن کے نام میں صغانی کا اضافہ دراصل چغانیان ہی کی نسبت سے ہے جس کی تعریف کے ذریعے سے اسے صغانیان، یا صغانیان بھی کہا جاتا ہے، جو ماورائے النہر کی ولایت کا ایک شہر ہے۔ امام صغانی کے ابا و اجداد کا تعلق اسی شہر سے تھا لیکن صغانی کے والد محمد بن حسن الصغانی (بگمان غالب) سلطان محمود غزنوی (متوفی ۲۳ - ربیع الاول ۴۲۱ھ / ۳۱ - مارچ ۱۰۳۰ء کے عہد میں، وسط ایشیا میں پائے جانے والے سیاسی عدم استحکام کے باعث^(۱)، صغانان

(☆) استاذ شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی اور نیشنل کالج - لاہور

سے ہجرت کر کے غزنہ آ گئے تھے، پھر جب سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد شہزادوں کی لڑائیوں سے زوالِ سلطنت کا عمل شروع ہوا تو غزنہ میں بھی بے چینی کا آغاز ہو گیا، سلطان یحییٰ الدولہ خسرو شاہ کی تخت نشینی تک غزنی سلطنت کی بنیادیں ہل چکی تھیں چنانچہ سلطان خسرو شاہ بھاگ کر لاہور آ گیا (۲) جب بادشاہ نے لاہور میں پناہ حاصل کی تو عوام نے بھی لاہور کا رخ کیا اور اسی زمانے میں کسی وقت محمد بن حسن الصفانی غزنہ سے لاہور آ کر قیام پذیر ہو گئے۔ محمد بن حسن الصفانی کے قیام لاہور اور یہاں تعلیم حاصل کرنے کی شہادت ہمیں خود امام صفانی کی تحریروں سے مل جاتی ہے (۳)

اس پس منظر میں چغان / چغانیان کو صفانی کا مولد قرار دینے کی جو حیثیت ہے وہ ظاہر ہے، یوں بھی مولوی خرم علی بلہوری صاحب (۴) اس رائے میں تباہ ہیں اور انہوں نے اس خیال کے حق میں کوئی دلیل یا حوالہ پیش نہیں کیا ہے۔

اب ہم ان اصحاب کی تحریروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں جنہوں نے بدایوں کو صفانی کا مولد قرار دیا ہے:

۱۔ خلیق احمد نظامی صاحب نے اپنی معروف کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں لکھا ہے:

"حضرت مولانا رضی الدین حسن صفانی" صاحب مشارق الانوار، جن کا نام ہندوستان کے علمائے حدیث میں سرفہرست آتا ہے، محمد غوری کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہونے سے تقریباً دس سال قبل بدایوں میں پیدا ہوئے تھے، وہیں انہوں نے دینی تعلیم حاصل کی اور وہیں اپنا ابتدائی زمانہ گزارا۔" (۵)

نظامی صاحب نے یہی بات اپنے ایک مقالے میں بھی دہرائی ہے۔

"مولانا رضی الدین حسن صاحب مشارق الانوار جن کے درس و تدریس کی بادشاہت بغداد و بخارا تک پھیلی ہوئی تھی اسی ملک (بدایوں) سے اٹھے تھے۔

..... ان بزرگوں نے اپنے خون جگر سے اس چمن کی آبیاری کی تھی جس

(چمن: بدایوں) میں مولانا رضی الدین حسن جیسے نونہال نے پرورش پائی بدایوں کا

یہ قابل فخر فرزند، جو جنگ ترائن سے دس سال قبل پیدا ہوا تھا۔ جب اسلامی

دنیا کے سب سے بڑے مرکز بغداد پہنچا تو بڑے بڑے عالموں کے سر اس کے سامنے جھک گئے (۶)۔

۲۔ تاریخ ہند کے مصنف سید ہاشمی فرید آبادی نے صفائی کی ولادت و تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

”وہ سلطان نظام الدین اولیاء کی طرح بدایوں میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی“

ہاشمی صاحب نے یہی نقطہ نظر تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کی جلد اول میں دہرایا ہے۔

۳۔ صاحب ”قاموس المشاہیر“ نظامی بدایونی اپنی ایک نظم ”بدایوں سے خطاب“ میں امام صفائی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اک رضی دین محدث جب علی گڑھ سے چلے
وہ کشش سے خاک کی تیری یہیں آکر تھے (۸)

۴۔ اس موضوع پر سب سے زیادہ توجہ ضیاء احمد بدایونی صاحب نے فرمائی ہے، انہوں نے ”علامہ صفائی کا وطن“ کے زیر عنوان ایک طویل مضمون قلمبند کیا ہے جس کے آخر میں لکھا ہے: ”ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مولانا صفائی کا موطن و مولد بدایوں ہی تھا اور ابتدا میں منشا بھی بدایوں ہی رہا“ (۹)

اس اقتباس میں ضیاء احمد صاحب نے بدایوں کو نہ صرف صفائی کا مولد بلکہ منشا بھی قرار دیا ہے، اسی خیال کے تسلسل میں صاحب ”تذکرۃ الواصلین“ میں بیان بھی ملاحظہ کر لیا جائے۔

”زمانہ عہد سلطنت قطب الدین ایبک یا شروع عہد شمس میں بدایوں تشریف لا کر سکونت پذیر ہوئے (۱۰)۔“

گویا بدایوں، صفائی کا نہ صرف مولد بلکہ مسکن و منشا بھی رہا۔ تاہم مولد، مسکن اور منشا میں اہم ترین حیثیت مولد کی ہے اور جو علاقہ، کسی شخصیت کا مولد ثابت ہو وہ اس کا مسکن و منشا بھی ہو سکتا ہے۔

یہاں محمولہ بالا اقتباسات کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی بدایوں ہی صفائی کا

مولد، مسکن اور مشاقتا تو پھر وہ لاہوری کیونکر مشہور ہوئے؟

"علامہ صفائی کا وطن" کے فاضل مصنف نے ہی اس سوال کا جواب دیا ہے ملاحظہ ہو:

"وہ بدایوں میں سکونت پذیر تھے وہیں ایک زمانے تک تحصیل علم کی پھر لاہور تشریف لے گئے، لاہور کے طویل قیام کی وجہ سے لوگ ان کو لاہوری سمجھنے اور کہنے لگے اور یہ غلطی چل پڑی" (۱۱)

اب آئیے ایک نظر ان دلائل پر بھی ڈالتے ہیں جن کی اساس پر اس دعوے کی ساری عمارت قائم ہے:

خلیق احمد نظامی صاحب، جنہوں نے تاریخ مشائخ چشت کے محولہ بالا اقتباس میں صفائی کو بدایونی قرار دیا، اپنی ایک اور تصنیف "حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی" کے مقدمے "ہندوستان میں علوم اسلامی کا نشو و نما" - شیخ محدث سے قبل "میں لکھتے ہیں

"مولانا رضی الدین حسن صفائی صاحب مشارق الانوار کے متعلق شیخ نظام الدین اولیا کا بیان ہے "او از بدایوں بود"..... ظاہر ہے ان کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی ہوگی اور یقیناً بدایوں میں اس وقت اچھے علمی ادارے موجود ہوں گے (۱۲)

گویا نظامی صاحب کے نظریے کی اساس میں حضرت شیخ نظام الدین اولیا کا بیان کارفرما ہے دوم، ضیاء احمد بدایونی صاحب نے اپنے دعوے کی دلیل یوں قائم کی ہے:

"ان کے (صفائی کے) تذکرہ نگاروں میں دو فاضل ایسے ہیں جن کو ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا ہے، یاقوت رومی اور ابن الفوطی، مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے دونوں ان کے لاہوری ہونے کے بارے میں خاموش ہیں بلکہ یاقوت نے تو اس انداز میں تذکرہ کیا ہے کہ گویا علامہ ممدوح براہ راست چغان (ماورا النہر) سے عراق گئے ہیں جو بالبدایتہ اور بالاتفاق غلط ہے۔ کتبی نے ان کے کچھ حالات، ان کے شاگرد دمیاطی کے حوالے سے تحریر کیے ہیں لیکن وطن پر دونوں نے روشنی نہیں ڈالی۔ اب فوائد الفواد کا نمبر آتا ہے، یہ حضرت محبوب الہی بدایونی

قدس سرہ کے ملفوظات ہیں جو ۷۷۰ھ سے لے کر ۷۲۲ھ تک سولہ سال سے متعلق ہیں۔

اس کے بعد ضیاء بدایونی صاحب نے فوائد الفوائد کا وہی مختصر اقتباس نقل کیا ہے جس کی طرف خلیق احمد نظامی صاحب کے محولہ بالا اقتباس میں اشارہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے۔

”حضرت محبوب الہی کی شہادت اور امیر حسن کی روایت کے بعد علامہ کی وطنیت

میں شک اور ان کے بدایونی ہونے میں تامل کرنا ایک ایسا وہم ہے جس کی دوا

لقمان کے پاس بھی نہیں (۱۳)۔“

اس ’قول فیصل‘ کے بعد یہ سوال جواب طلب رہا جاتا تھا کہ پھر وہ رضی الدین صفائی کون ہیں جن کا لاہور میں پیدا ہونا امام شمس الدین ذہبی تاریخ الاسلام میں، عبدالقادر القرشی نے الجواہر المفیضہ میں علامہ کفوی نے الاعلام الاخیار میں سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں غلام علی آزاد بلگرامی نے سحرة الرخاں میں، السیوطی نے بغیۃ الوعاة میں، رحمان علی نے تذکرہ علمائے ہند میں اور دیگر مصنفین نے متعدد کتب تذکرہ میں بیان کیا ہے؟ اس مشکل سوال کا جواب نہایت آسانی سے فراہم ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مولانا رضی الدین صفائی بدایونی اور حضرت مولانا رضی الدین لاہوری دو الگ الگ شخصیات ہیں دونوں نے مشارق الانوار کے نام سے کتابیں لکھی ہیں دوسرے مولانا رضی الدین بعد زمانہ حضرت محبوب الہی ہوئے ہیں اور ان کا مزار لاہور میں ہے، اول الذکر کا مزار بدایوں میں ہے، لیکن ان کی قبر شریف کا ٹھیک پتہ معلوم نہیں ہے کہ وہ بدایوں میں مدفون ہیں (جہاں ان کی قبر ہے) اس میں ایک قبر اور کچھ چراغ دان بنے ہوئے ہیں یہ قبر مولانا کی ہے مگر اس پر وثوق نہیں ہے لیکن وہ قبر کسی بزرگ کی ضرور ہے“ (۱۴)

اگرچہ اس ساری عبارت سے تذبذب اور عدم یقین کی کیفیت آشکارا ہے تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ مشارق الانوار کے نام سے متعدد کتب لکھی گئی ہیں، جن کی تفصیل کشف الظنون (۱۵) اور اس کے ذیل ایضاح المکنون (۱۶) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے اور اس پر مستزاد بعض تصنیفات کی طرف ہم نے اپنے ایک مضمون ”صفائی کی مشارق الانوار۔ ایک جائزہ (۱۷)“ میں توجہ دلائی ہے لیکن ایسی کسی مشارق الانوار کا کوئی سراغ ابھی تک نہیں مل سکا ہے کہ جس کا نام، موضوع، فن وہی ہو جو صفائی کی کتاب کا ہے، اس کے مصنف کا نام بھی رضی

الدین حسن الصفانی ہو، دونوں کا زمانہ بھی ایک ہو، اگرچہ مختلف زمانوں میں کتابوں کے نام کا اشتراک ہو سکتا ہے، مختلف فنون میں لکھنے والے مصنفین کے نام یکساں ہو سکتے ہیں لیکن ایک ہی زمانے میں ایک ہی موضوع پر ایک ہی نام سے دو مختلف اصحاب کتاب لکھیں اور ان دونوں لکھنے والوں کا نام بھی ایک ہو، ایسا ہونا محالات میں سے ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس غلط فہمی کا آغاز نزہۃ الخواطر سے پیدا ہوا ہے جس میں پہلی بار صفانی لاہوری اور صفانی بدایونی کے ناموں سے دو الگ شخصیات قائم کی گئی ہیں اور دونوں کا ذکر ساتویں صدی ہجری کے علماء میں کیا گیا ہے صفانی اول کا ذکر تاریخ وفات (۶۱۲۵۲ / ۱۲۵۰ھ) کی صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے جبکہ صفانی بدایونی کی تاریخ ولادت و وفات کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا (۱۸)

ایک کی تاریخ وفات اور دیگر کوائف کی اطلاع دینے اور دوسری شخصیت کی ولادت و وفات کے باب میں یکسر بے خبری سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری شخصیت کا وجود محض بر بنائے غلط فہمی ہے۔ اگر واقعی بدایوں میں بھی کوئی رضی الدین حسن الصفانی گذرے ہوتے ان کی نسبت بھی چغانیان / صفانیان سے ہوتی، انہوں نے بھی مشارق الانوار ہی کے نام سے علم حدیث میں کوئی کتاب لکھی ہوتی تو ان کا ذکر دیگر کتب تاریخ و تذکرہ میں بھی ہوتا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام صفانی کا ذکر تو ادب، تاریخ اور رجال سے متعلق قریباً تمام اہم عربی مصادر میں مل جاتا ہے لیکن صفانی بدایونی کا کوئی تذکرہ کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم صفانی نام کی دو الگ شخصیات کی بحث ترک کرتے ہوئے اب بدایونی اصحاب کے دلائل کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے صفانی کے بدایونی ہونے کے حق میں قائم کئے ہیں۔ مختلف بدایونی تذکرہ نگاروں کی آرا کو مجتمع کیا جائے تو بنیادی طور پر صرف دو باتیں سامنے آتی ہیں جن کی بنا پر وہ صفانی کو بدایونی قرار دیتے ہیں:

۱۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ ابن الفوطی اور یاقوت کی صفانی کے مولد کے بارے میں خاموشی ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فواد الفواد میں لکھا ہے "او از بداون بود"

جہاں تک ابن الفوطی اور یاقوت کی صفانی کے مولد کے بارے میں خاموشی کا

تعلق ہے تو اس خاموشی سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ صفائی بدایوں میں پیدا ہوئے تھے، اگر خاموشی، بدایوں میں ولادت پر دال ہے تو پھر لاہور پر کیوں نہیں؟

اب ہم فوائد الفواد کی طرف توجہ کرتے ہیں، وہ اسباب جن کے باعث فوائد الفواد کے بیان کو اس درجہ اہمیت دی گئی، دو ہیں، اول یہ کہ فوائد الفواد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جنہیں امیر حسن علاء مجری نے خود حضرت خواجہ صاحبؒ سے سن کر قلم بند کیا۔

دوم: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے حدیث کی تعلیم مولانا کمال الدین زاہد سے حاصل کی تھی جن کا سلسلہ و تلمذ دو واسطوں سے، صفائیؒ سے مل جاتا ہے، سیر الاولیاء میں ان دو واسطوں کی تفصیل یوں درج ہے۔

"مولوی کمال الدین زاہد شاگرد مولانا برہان الدین بلخی شاگرد مولانا رضی الدین حسن صفائی (۱۹)

فوائد الفواد کے محولہ بالا جملے کے حوالے سے مزید تصریحات سے پہلے ضروری ہے کہ قادرین کرام۔ فوائد الفواد کے قدرے طویل اقتباس کو گوارا فرمائیں تاکہ اس جملے کا سیاق و سباق روشن ہو سکے:

"بعد ازان نسبت حدیث سخن در فضیلت مولانا رضی الدین صفائی کہ صاحب مشارق است، افتاد رحمہ اللہ علیہ۔ و آنچه او بٹہ است کہ این کتاب حجت است میان من و خدای و اگر حدیثی برو مشکل شدی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام را در خواب دیدی و صحیح کردی بعد ازان فرمود کہ او از بد اون بود بعد ازان در کول آمد و نائب مشرف شد۔ مشرفی کہ منسوب او بود او ہم اہل بود مگر روزی این مشرف غنی گفت، مولانا رضی الدین جسمی کرد، مشرف دوات جانب او فرستاد، او منحرف شد بد و نرسید چون آختان بدید ازان مقام برخاست و گفت کہ مارا پیش ازین با جہاں شست و برخاست نمی باید کرد۔" (۲۰)

بلاشبہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کا حوالہ بہت قابل احترام اور لائق توجہ

ہے لیکن اس بات سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ فوائد الفواد سوانح یا تاریخ کی کتاب نہیں بلکہ ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ ہے اس لیے اس میں تاریخی واقعات کے بیان کی جانب وہ توجہ نہیں ہو سکتی جو کتب تاریخ و سوانح کی تالیف میں ہو سکتی ہے۔

ثانیاً: محولہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ بدایوں کا حوالہ محض سرسری طور سے آیا ہے۔ اس سلسلہ کلام میں صفائی کے حالات زندگی سے بحث نہیں ہو رہی ہے۔

ثالثاً: "او از بداون بود" کے الفاظ سے یہ دو ٹوک فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ وہ بدایوں میں پیدا ہوئے تھے یہاں رہے تھے یا یہاں ان کی زندگی کا ابتدائی دور گذرا تھا۔

رابعاً: طویل زمانہ گذر جانے کے باعث فوائد الفواد کے متن میں بہت سے انحرافات در آئے ہیں، اس کی قدیم ترین اشاعت ۱۲۸۲ھ/۶۶-۱۸۶۵ء کی ہے (مطبع حسنی دہلی باہتمام احمد حسن خان) جبکہ قلمی نسخوں میں ترقیے کی عبارت کے ساتھ قدیم ترین نسخہ ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء کا ہے جو کتب خانہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں شمار ۱۲۰ (فارسی) کے تحت محفوظ ہے۔ افسوس ہے کہ ہندوستان میں ہونے کے باعث ہم اس نسخے کے ملاحظے سے محروم ہیں)۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کا آغاز ہے جبکہ فوائد الفواد کے موجود متون بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کی خبر لا رہے ہیں، اس طویل زمانی تفاوت میں جن مصحیفات و انحرافات کا امکان ہو سکتا ہے ان کی اندازہ گیری کے لیے کسی دوسرے خطی نسخے کی مطبوعہ نسخے سے موازنے کی مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خود فوائد الفواد سے متعلق بعض قدیم کتب کے مندرجات اور فوائد الفواد کے موجود متون کا موازنہ ہی کافی ثبوت فراہم کر دیتا ہے، یہی سبب ہے جس کے باعث پروفیسر ثار احمد فاروقی نے فوائد پر اپنے فاضلانہ مقدمے میں، معلوم قلمی نسخوں اور دوسری کتابوں کی مدد سے اس کا متن نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ مدون کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا ہے (۲۱)

صفائی کو بدایونی قرار دینے کے لیے سید ہاشمی فرید آبادی کی تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت اور تاریخ ہند کا حوالہ بھی دیا ہے، ہر چند کہ سید ہاشمی فرید آبادی صاحب جدید دور کے باشندے ہیں تاہم اس حوالے سے ان کے زاویہ نگاہ پر بھی ایک نظر ڈالنی ضروری ہے، انہوں نے صفائی کے حوالے سے نہ صرف یہ لکھا کہ وہ "بداون میں پیدا ہوئے تھے" بلکہ یہ بھی فرمایا کہ

ماثر الکرام میں "انہیں غلطی سے لاہوری لکھ دیا (۲۲)" گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ محض غلط فہمی پر مبنی بیانات ہیں جیسا کہ خود بعد ازاں سید ہاشمی فرید آبادی صاحب نے اپنی ایک اور کتاب ماث لاہور میں اس غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا:

"فوائد الفواد میں سلطان المشائخ کی زبانی ان بداونی صفائی کے حالات آئے ہیں مولف کتاب یا بعد کے کاتبوں نے انھیں امام صفائی لاہوری سے ملتبس کر دیا ہے اس سے راقم الحروف کو پہلے اپنی تاریخ ہند (جامعہ عثمانیہ) اور پھر تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت کی تالیف کے وقت مغالطہ ہوا" (۲۳)

اگرچہ ہاشمی صاحب کا ایک مغالطہ اس تحریر میں بھی موجود ہے یعنی صفائی نام کی دو شخصیات کا مفروضہ، تاہم فوائد الفواد کے بیان سے ان کے "عدم اطمینان" اور اپنے زاویہ نگاہ سے رجوع کے لیے محولہ بالا اقتباس اہم ہے۔

صفائی کے فرزند لاہور ہونے کے حق میں مصنفین و مولفین کی ایک بڑی تعداد کے بیانات موجود ہیں، ان بیانات کا ڈھیر لگانے کی بجائے ہم صرف دو امور کی طرف قارئین محترم کی توجہ مبذول کرانا چاہیں گے، جن سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔

۱۔ صفائی نے خود لاہور کو اپنی جائے ولادت قرار دیا ہے، تصدیق کے لیے العباب کے حوالے سے علامہ احمد آفندی کا بیان ملاحظہ ہو

"مولف لاہور میں پیدا ہوئے تھے جو ہندوستان (پاکستان) کے شہروں میں سے ایک نہایت عمدہ اور آباد شہر ہے اسی کو لہاور بھی کہتے ہیں (کذا) (۲۴)

۲۔ یہ بتانے سے کہ مولانا کمال الدین زاہد، جن سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے مشارق الانوار کا درس لیا بہ دو واسطہ صفائی کے شاگرد تھے "قرب زمانی" کا ثبوت لانا مقصود ہے اول تو محض قرب زمانی اور خاص شہر کے مولد ہونے کا ثبوت فراہم نہیں کرتا جب تک کوئی ٹھوس بنیاد موجود نہ ہو، دوسرے قرب زمانے کے اعتبار سے "العمر فی خبر من غمر" میں حافظ ذہبی کا بیان ملاحظہ کرنا چاہیے، جس میں انہوں نے صفائی کے ترحیہ میں لکھا ہے۔

ولد سنة سبع وسبعين وخمس مائة بلوہور (۲۵)

ذہبی، حافظ دمیاطی کے شاگرد ہیں جیسا کہ خود انہوں نے تذکرۃ الحفاظ میں صراحت کر دی ہے (۲۶) اور حافظ دمیاطی براہ راست، صفانی کے اکبر تلامذہ میں سے ہیں (۲۷) صرف ذہبی ہی نہیں ایسا ہی بیان خود حافظ دمیاطی سے بھی منقول ہے جس سے، لاہور کا صفانی کا مولد ہونا واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔

قال تلميذه الحافظ الدمیاطی سالت شیخنا عن مولده غیر مرہ فقال

لی: ولدت بلوہور (۲۸)

ان دلائل کی روشنی میں ہم یہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ صفانی لاہور میں پیدا ہوئے تھے اور بدایوں سے ان کا انتساب غلط فہمی کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتا والعلم عند اللہ۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱۔ احمد خان، ڈاکٹر، عربی لغت نویسی میں صفانی کی خدمات (تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی ۱۹۸۱ء مخزنہ پنجاب یونیورسٹی لاہور Tare iv ۲۳ صفحہ ۳۵)
- ۲۔ منہاج السراج، ابو عمر منہاج الدین: طبقات نامری مرتبہ عبدالحی جیبی قدھاری مترجمہ غلام رسول مر، لاہور اردو سائنس بورڈ ۱۹۸۵ء ج اول ص ۳۳۵
- ۳۔ پیر محمد حسن، ڈاکٹر (مرتب) العباب الزاخر و البلباب الفاخر تالیف رضی الدین حسن بن محمد الصفانی عراق: مجمع المطبعی العراقی ۱۹۷۸ء الجزء الاول، القسم الاول ص ۱۲
- ۴۔ خرم علی، بلہوری (مترجم) تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار کانپور: ۱۳۹۱ھ ص ۵
- مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے: "رضی الدین حسن بن حسن صفانی - چغان ماوراء النہر کی ولایت میں ایک شہر کا نام ہے وہاں پیدا ہوئے"
- ۵۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، دہلی: ادارہ ادبیات س - ن ص ۱۹۹
- ۶۔ خلیق احمد نظامی، بدایوں اسلامی ہند کے دور اول میں، در رسالہ ذوالقرنین، بدایوں نمبر (بیادگار سلور جولائی) زیر ادارت / وحید الدین نظامی ۱۹۵۶ء ص ۲۵

- ۷۔ ہاشمی، فرید آبادی، سید، تاریخ ہند، کتاب دوم حیدر آباد دکن: دارالطبع سررشتہ تالیف و ترجمہ ۱۹۳۱ء
ص ۲۶۲
- ۸۔ نظامی بدایونی، بدایوں سے خطاب (تکم) در رسالہ ذوالقرنین بدایوں نمبر محولہ بالا ص ۸
- ۹۔ ضیاء احمد بدایونی، علامہ صفائی کا وطن، در رسالہ ذوالقرنین محولہ بالا ص ۲۱
- ۱۰۔ فرشوری، محمد رضی الدین، مولوی۔ بدایونی، ذکر الصالحین کفارة الذنوب تذکرۃ الواسعین۔ بدایوں کے اولیائے کرام اور شہدائے عظام کے تاریخی حالات، بدایوں: نظامی پریس بار دوم ۱۹۳۵ء ص ۹۶
- ۱۱۔ ضیاء احمد بدایونی، محولہ بالا ص ۱۵
- ۱۲۔ خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی، دہلی: ندوۃ المصنفین ستمبر ۱۹۵۳ء ص ۱۳
- ۱۳۔ ضیاء احمد بدایونی، محولہ بالا ص ۲۹، ۳۰
- ۱۴۔ فرشوری، محمد رضی الدین، محولہ بالا ص ۹۹، ۱۰۰
- ۱۵۔ خلیفہ، حاجی، کشف المنون ۱۶۸۷
- ۱۶۔ اسماعیل پاشا البغدادی، ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف المنون لبنان (س۔ ن) ۳۸۳
- ۱۷۔ زاہد منیر عامر، صفائی کی مشارق الانوار۔ ایک جائزہ در مجلہ تحقیق لاہور: دانش گاہ پنجاب ج ۱۳ ش ۵۱،
۵۲ (۱۹۹۲ء) ص ۱۰۷-۱۳۰
- ۱۸۔ عبدالحق لکھنوی، مولانا سید، نزہ الخواطر و جہد المسامح والنواطر ترجمہ ابو محی امام خان نوشہروی لاہور:
مقبول اکیڈمی ۱۹۸۵ء ج اول ص ۱۷۳
- ۱۹۔ (بحوالہ) خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت دہلی: ادارہ ادبیات ص ۳۱۳
- خلیق احمد نظامی نے یہی بات "حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی میں بدین الفاظ دہرائی ہے:
- عہد بلبلی کے ایک مشہور عالم اور بزرگ مولانا کمال الدین زاہد تھے، شیخ نظام الدین اولیا نے ان سے
مشارق الانوار کا درس لیا تھا (دہلی: ندوۃ المصنفین ستمبر ۱۹۵۳ء ص ۲۲
- ۲۰۔ امیر حسن علائخی دہلوی (مرتب) فوائد القواد ترجمہ خواجہ حسن عانی نظامی دہلی: اردو اکادمی (اشاعت
سوم ۱۹۹۲ء ص ۵۳۱، ۵۳۲

۲۱- فاروقی، ثار احمد پروفیسر، مقدمہ، فوائد الفواد محولہ بالا ص ۱۷۳

فوائد الفواد کے متن میں تصحیف کی صرف ایک مثال ملاحظہ فرمائیے، فوائد الفواد کے جس نسخے کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے، اس کے مقدمے میں پروفیسر ثار احمد فاروقی نے سابقہ اردو تراجم کے نقائص بتاتے ہوئے پروفیسر سرور مرحوم کے ترجمے کی مثال دی ہے جنہوں نے "او منحرف شدید و زرید" (نون معجم کے ساتھ) کو بدو ترید (تائے قرشت کے ساتھ) پڑھا اور اسی طرح ترجمہ کیا: "انہوں نے منہ موڑ لیا اور مشرف سے گھبرانے لگے" (مقدمہ محوالہ بالا ص ۱۸۰) فوائد کے محوالہ بالا نسخے میں، 'جسمیں کہ فاروقی صاحب کا یہ مقدمہ شامل ہے، بہت اہتمام کے ساتھ فارسی متن شائع کیا گیا ہے خود اس متن کے صفحہ پر یہی عبارت واضح طور پر ویسے ہی چھپی ہے جیسے کہ سرور صاحب مرحوم نے غلطی سے پڑھی تھی، یعنی، اور "منحرف شدید و ترید"

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

۲۲- ہاشمی فرید آبادی، مولوی، سید: تاریخ ہند کتاب دوم برائے انٹر میڈیٹ حیدر آباد دکن: دارالطبع جامع عثمانیہ ۱۹۲۱ء ص ۲۶۲، ۲۶۳

۲۳- ہاشمی فرید آبادی، مولوی سید، ماثر لاہور لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ س۔ ن جز و دوم ص ۱۵۹

سید ہاشمی فرید آبادی صاحب نے اس غلط فہمی کے ازالے کے لیے سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے اور لکھا ہے کہ "پہلے بھی فوائد الفواد کی بات سے میرا دل پوری طرح مطمئن نہ تھا" (حاشیہ ص ۱۵۹)

سید صباح الدین عبدالرحمن صاحب کا موقف جاننے کے لیے خود انھیں کا بیان ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نوہذا

"او از بدادون بود کے اجمال بیان سے وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ بدادون ہی ان کا مولد تھا ممکن ہے صرف فشار ہا ہو شاید اپنے مولد لاہور سے آکر بدادون میں نشوونما اور تعلیم پائی ہو"

(بزم مملوکیہ، اعظم گڑھ: مطبع معارف ۱۹۵۳ء ص ۳۴)

۲۴- احمد آفندی، الجاموس علی القاموس، قسطنطنیہ: مطبع الجواب ۱۲۹۹ھ ص ۲۴ (بحوالہ معارف اعظم گڑھ جنوری ۱۹۵۹ء ص ۱۹)

۲۵- ذہبی، محسن الدین، الحافظ العبری فی خبر من غبر بہ تحقیق الدكتور صلاح الدین المنجد، کویت: التراثات العربی وزارت الارشاد ۱۹۶۶ء ص ۲۰۵

- ۲۶- ذہبی، شمس الدین، الحافظ، تذکرۃ الحفاظ ۱۳۳۷، ۱۳۳۸
- ۲۷- پیر محمد حسن، ذاکٹر (مرتب) العباب الزاخر و البلب الفاجر محولہ بالا ص ۲۱
- ۲۸- پیر محمد حسن، ذاکٹر (مرتب) العباب الزاخر و البلب الفاجر محولہ بالا ص ۵



© rasailojaraid.com